www.XtremePapers.com

UNIVERSITY OF CAMBRIDGE INTERNATIONAL EXAMINATIONS
General Certificate of Education Ordinary Level

FIRST LANGUAGE URDU **3247/01**

Paper 1 Reading and Writing

May/June 2005

1 hour 30 minutes

Additional Materials: Answer Booklet/Paper

READ THESE INSTRUCTIONS FIRST

If you have been given an Answer Booklet, follow the instructions on the front cover of the Booklet.
Write your Centre number, candidate number and name on all the work you hand in.
Write in dark blue or black pen on both sides of the paper.
Do not use staples, paper clips, highlighters, glue or correction fluid.

Answer **all** questions.
The number of marks is given in brackets [ ] at the end of each question or part question.
At the end of the examination, fasten all your work securely together.

مندرجہ ذیل ہدایات غور سے پڑھیے۔

اگر آپ کو جواب لکھنے کی کاپی ملی تو اس پر دی گئی ہدایتوں پر عمل کریں۔
تمام پرچوں پر اپنا نام، سینٹر نمبر اور امیدوار کا نمبر لکھیں۔
صرف نیلے یا کالے رنگ کا قلم استعمال کریں۔
سٹیپل، گوند، ٹپ ایکس، وغیرہ کا استعمال منع ہے۔
لغت (ڈکشنیری) استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

ہر سوال کا جواب دیں۔
اپنے جوابات اردو میں تحریر کریں۔
اس پرچے میں ہر سوال کے مارکس بریکٹ میں دیئے گئے ہیں: [ ]
آپ کا ہر جواب دی گئی حدود کے اندر رہونا چاہیئے۔
اگر آپ ایک سے زیادہ جوابی کاپیوں کا استعمال کریں، تو انہیں مضبوطی سے ایک دوسرے سے نتھی کریں۔

This document consists of **4** printed pages.

SP SJF3376 S81923/3
© UCLES 2005

UNIVERSITY of CAMBRIDGE
International Examinations

[Turn over

اقتباس A اوراقتباس B غور سے پڑھیے پھر سوال نمبر ۱ اور ۲ کے جواب لکھیے۔

اقتباس A

اسکول میں پہلا دن

میری عمر تو اُس وقت آٹھ برس کی ہوگی لیکن اسکول میں وہ میرا پہلا دن تھا۔ دراصل میں پہلے تین درجوں کی کتابیں گھر پر ہی پڑھ چکا تھا لٰہذا اس دن پہلے درجے میں نہیں، چوتھے درجے میں داخلے کے لیے تیاری تھی۔ شاید اسی سبب سے گھر کے سب لوگ مجھے اسکول بھجوانے کے لیے ضرورت سے زیادہ اہتمام کر رہے تھے۔ اسکول ہمارے گھر سے ذرا فاصلے پر تھا اس لیے اصطبل سے دو گھوڑوں والی فٹن نکلوائی گئی۔ یہ فٹن ہمارے ابا سال میں صرف دو بار عیدگاہ جانے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ پھر میری بڑی بہنوں نے لاڈ میں آ کر مجھے بہت ہی بھڑکیلے اور پُرتکلف کپڑے پہنائے جو عام طور سے شادی اور بیاہ کے موقعوں پر پہنائے جاتے تھے۔ یعنی سُرخ مخمل کا کوٹ اور نیکر، پیازی رنگ کے موزے اور سفید جوتے۔ یہ سب کچھ آج بھی اس لیے یاد ہے کہ اس دن جو کچھ اسکول میں میرے ساتھ گزری، اس میں زیادہ تر ہاتھ اسی لباس کا تھا۔ خیر اس براتیوں کی سی وضع قطع میں ہم گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ایک ملازم ہماری کتابیں اٹھائے ساتھ ہُوا اور ہماری سواری اسلامیہ پرائمری اسکول، (سیالکوٹ) کی ایک منزلہ پرانی عمارت کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ جیسے ہی میں اپنی فٹن سے نیچے اترا کچھ لڑکے جو اسکول کے باہر اِدھر اُدھر گھوم پھر رہے تھے، مجھے دیکھتے ہی زور زور سے غل مچاتے ہوئے اسکول کے اندر کی طرف بھاگے۔ لڑکوں کا شور سُن کر ایک دو استاد باہر نکل آئے۔

پہلے ہی مارے خوف کے میرا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا، اس شور اور ہنگامے کی وجہ سے اور بھی اوسان خطا ہوئے۔ ملازم کے پیچھے پیچھے بہت آہستہ اور مری ہوئی چال میں جب میں نے اسکول کے اندر قدم رکھا تو ہر طرف سے بے شمار آنکھیں یوں گھورتی ہوئی نظر آئیں جیسے کوئی چڑیا گھر کا جانور اسکول میں آ گھسا ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد چوتھے درجے کے ماسٹر صاحب مجھے کمرے میں ساتھ لے گئے اور کہا ”جہاں جی چاہے بیٹھ جاؤ۔“ ہمارا شہر بھی غریب تھا اور یہ اسکول بھی غریب۔ پڑھنے والے بھی غریب تھے اور پڑھانے والے بھی۔ کمرے میں مٹی کے فرش پر پھٹا پرانا ٹاٹ بچھا ہوا تھا اور اس پر ویسے ہی پھٹے پرانے کپڑوں والے بہت سے لڑکے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں جب ان میں جا کر بیٹھا تو میرا جی چاہا کہ کوئی جن یا پری آئے، چپکے سے میرے سب کپڑے لے جائے اور مجھے اپنے ساتھیوں جیسا پھٹا پرانا کرتا پاجامہ پہنا دے۔ سارا دن میں لڑکوں کے مختلف فقرے اور پھبتیاں سنتا رہا اور میرے ہم جماعت لڑکوں کی آنکھوں سے سارا دن میرے لیے طنز اور حقارت برستی رہی۔ اس دن مجھے محسوس ہوا کہ زرق برق لباس اور ظاہری ٹھاٹھ باٹھ سے اپنے یا اپنے گھر والوں کے مال اور دولت کی نمائش کرنا بہت ہی گھٹیا اور مہمل بات ہے۔ اس کے بعد سے مجھے ان چیزوں سے نفرت ہوگئی۔ مجھے یہ بھی احساس ہوا کہ آدمی ٹھیک سے جب ہی رہ سکتا ہے کہ اپنے ساتھیوں، ہم جولیوں اور ہم وطنوں سے مل جل کر اور ان جیسا بن کر رہے۔ دوسروں سے الگ اور افضل نظر آنے کی خواہش گھٹیا اور احمقانہ بات ہے۔

© UCLES 2005

اقتباس B

اس مضمون میں مصنف نے اپنے اسکول کے متعلق لکھا ہے۔

اینگلینڈ کے اسکول میں پہلا دن

جب علی اسکول کے سامنے پہنچا تو اس وقت دروازے کے سامنے سینکڑوں لڑکے اور لڑکیاں جمع ہوئے تھے۔ کچھ بڑے لڑکے لڑکیوں کو گلے لگا کر چوم رہے تھے۔ دوسری طرف چند لڑکے کھلے عام سگریٹ پی رہے تھے۔ کچھ بچے ایک چھوٹے بچے کے بستے کی جبری تلاشی لے رہے تھے۔ ہر طرف شور تھا۔ استادوں کا نام ونشان تک نہ تھا۔ علی خاموش رہا مگر اپنی آنکھیں پھرا پھرا کر تمام مناظر دیکھتا رہا۔ ہر طرف کالے گورے ایشیائی بچے نظر آتے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ ہر قوم ونسل کے بچے اسکول میں جمع ہوں۔

تھوڑی دیر کے بعد گھنٹی بجنے لگی اور چند طالب علم عمارت کے اندر گھس گئے۔ باقی باہر کھڑے ہوئے اپنے ساتھیوں سے گپ شپ میں مشغول رہے یا اُن سے لڑتے رہے۔ دو چار ٹیچرز نے اسکول سے نکل کر بچوں کو کلاس میں جانے کے لیے چلانا شروع کیا مگر ہجوم پر کچھ اثر نہ ہوا اور وہ بھیڑ بکریوں کی طرح گھومتے رہے۔ کچھ بڑے بچے ایک جوان ٹیچر کو گالی دینے لگے مگر ٹیچر نے انہیں بالکل نظر انداز کرتے ہوئے انہیں کلاس میں جانے کو کہا۔ علی منہ کھولے تماشا دیکھتا رہا ۔ ٹیچر کے اشاروں سے پتہ چلا کہ اسے اندر جانا پڑے گا۔ مگر کہاں جانا ہے؟ کس طرف مُڑنا ہے؟ کیا کرنا ہے؟ اسے کچھ معلوم نہ تھا۔

اچانک علی کی کان میں مانوس زبان کی آواز سنائی دی۔ ”فکر نہ کرو بھئی۔ میرے ساتھ آؤ“۔ علی نے مُڑ کر دیکھا۔ اس کی نظر ایک چھوٹے بچے پر پڑی۔ لہجے سے یوں لگتا تھا کہ وہ پاکستانی ہے۔ اس بچے نے اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ ہمارے استاد نے مجھے آپ کو کلاس میں لے جانے کو کہا ہے۔“ وہ بچہ (جس کا نام احمد تھا) علی کو کلاس روم میں لے گیا۔ حاضری لگاتے وقت تیں بچوں میں سے آٹھ دس غیر حاضر رہے۔ پھر ٹیچر نے علی سے کچھ کہا مگر اس کی بات علی کی سمجھ میں نہ آئی۔ احمد نے ترجمہ کیا۔ ٹیچر صاحب پوچھ رہے ہیں کہ تم کو انگریزی آتی ہے کہ نہیں؟۔ علی نے جواب دیا ”جی، ضرور آتی ہے مگر ان کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ کوئی دوسری زبان بول رہے ہیں۔ اُس کا لہجہ بہت عجیب وغریب ہے۔“ احمد ہنسنے لگا اور کہا ”ہاں بھئی، مسٹر جونز آسٹریلیا کے رہنے والے ہیں، مجھے انگلینڈ آئے ہوئے ڈھائی سال ہو جانے کے باوجود کبھی کبھار ان کی بات مشکل سے سمجھ سکتا ہوں۔ جب میں اس اسکول میں آیا تو انگریزی کا ایک بھی لفظ نہیں بول سکتا تھا۔ میں میرپور سے آیا تھا اور گورنمنٹ اسکول میں مجھے تھوڑی سی انگریزی پڑھائی گئی تھی۔ انگریزی پڑھ اور لکھ لیتا تھا مگر بول نہیں سکتا تھا۔ خوش قسمتی سے اس اسکول میں کافی بہت پاکستانی اور ہندوستانی طالب علم ہیں اور انہوں نے میری بہت مدد کی۔ اس کے علاوہ اسکول میں بہت سارے بچے ہیں جو دوسرے ملکوں سے آئے ہوئے ہیں۔ ایک دو خاص ٹیچرز ہیں جو ہمیں انگریزی کی خاص کلاسوں میں ہمیں پڑھاتے ہیں۔ گھبراؤ مت۔ دو تین مہینے کے اندر اندر بہت کچھ سیکھ جاؤ گے!“

۱ دونوں عبارتوں کے حوالے سے نئے طالب علموں کے تاثرات کا موازنہ کیجیے۔

- دونوں اقتباسات سے معلومات کا استعمال کیجیے۔
- جہاں تک ممکن ہو، اپنے الفاظ میں لکھیے۔
- اپنی لکھائی کے سائز کے مطابق، ڈیڑھ صفحے تک اپنا جواب لکھیے۔ جو تقریباً 250 الفاظ پر مشتمل ہونا چاہیئے۔

اس سوال کے دیئے گئے مارکس 15 ہیں۔ [25]

اس کے علاوہ زبان کے معیار کے لیے اور 10 مارکس دیئے جاسکتے ہیں۔

[Total: 15 + 10 for language]

۲ آپ کے مقامی اخبار نے طالب علموں کے لیے مضمون نویسی کے انعامی مقابلہ کا اعلان کیا ہے۔

آپ نے اس مقابلے میں شرکت کرنے کا فیصلہ کیا۔

مضمون کا عنوان ہے ''اسکول میں نئے آنے والے طلبا کی مشکلات''

- اپنی لکھائی کے سائز کے مطابق، ڈیڑھ صفحے تک اپنا جواب لکھیے۔ جو تقریباً 250 الفاظ پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ [25]

اس سوال کے دیئے گئے مارکس 15 ہیں۔

اس کے علاوہ زبان کے معیار کے لیے اور 10 مارکس دیئے جاسکتے ہیں۔

[Total: 15 + 10 for language]

Permission to reproduce items where third-party owned material protected by copyright is included has been sought and cleared where possible. Every reasonable effort has been made by the publisher (UCLES) to trace copyright holders, but if any items requiring clearance have unwittingly been included, the publisher will be pleased to make amends at the earliest possible opportunity.

University of Cambridge International Examinations is part of the University of Cambridge Local Examinations Syndicate (UCLES), which is itself a department of the University of Cambridge.

© UCLES 2005